اسلامی اور مغربی افکار وعقائد کی روشنی میں آزادی

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ الشریف

پچھلے شمارے سے آگے

اسلام میں آزادی کی بنیاد اور اس کا مقصد:

اسلامی تہذیب وتمدن میں آزادی کی بنیاد توحیدی آفاقیت پر قائم ہے۔ درحقیقت توحید اپنے ظریف ودقیق معنیٰ ومفہوم کے ساتھ انسان کے آزاد ہونے کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ یعنی جو شخص خدا کی وحدانیت کا معتقد ہے اور توحید کو باقاعدہ تسلیم کرتا ہے اس کا یہ فریضہ ہے کہ وہ انسان کو آزاد سمجھے پس قرآن کے مختلف سوروں میں موجود انبیاء ؑ کی دعوت میں (سورۂ انبیاء اور سورہ اعراف میں مختلف انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے) بیان ہوا ہے: ''وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا فَقَالَ یَاقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰہَ۔''

پہلے مرحلہ میں انھیں خدا سے ڈراتا ہے اس کے بعد خداوندعالم کی اور اس کے نمائندہ کی حیثیت سے خود اپنی اطاعت کی تجویز پیش کرتا ہے۔ درحقیقت تمام پیغمبروں نے سب سے پہلے جس بات کا مطالبہ کیا ہے وہ اطاعت خداوندی ہے۔ واضح لفظوں میں یہ کہا گیا ہے کہ خدا کی اطاعت کیجئے اور طاغوت وغیرہ خدا کی، جو لوگوں کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں، کی اطاعت سے پرہیز کیجئے۔ ''اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ'' قرآن میں یہ موضوع اسی لفظ اور معنی ومفہوم کے ساتھ بار بار ذکر کیا گیا ہے لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی آزادی توحید پر منحصر ہے۔

یہ نہایت وسیع اور طویل بحث ہے اور سردست مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ توحید کی اصل روح یہ ہے کہ کسی غیر خدا کی عبودیت اور بندگی کی تردید کی جائے یعنی ہر دین ومذہب اور ہر پیغمبر کی دعوت میں توحید کا نچوڑ یہ رہا ہے کہ غیر خدا کی عبادت نہ کی جائے چاہے وہ غیر خدا نمرود وفرعون جیسا کوئی شخص ہو یا کوئی تنظیم وادارہ یا خود اس شخص کی ذاتی خواہش وہوس یا غیر الٰہی روایت ورواج وغیرہ کی۔ غیر خدا کی اطاعت وعبادت نہ کی جانی چاہئے بلکہ فقط خداوندعالم کی عبادت کرنی چاہئے۔ اطاعت خداوندی کا مطلب یہ ہے کہ احکام الٰہی کی پیروی کی جائے اور اسی نظام کو تسلیم کیا جائے جو الٰہی بنیادوں پر قائم ہو اور خداوندعالم کی طرف سے بھیجے گئے پیغمبر کو بھی واجب الاطاعت سمجھا جائے اور جس کو خداوندعالم نے ولی امر قرار دیا ہے اس کو مانتے ہوئے اس کے حکم کی پیروی بھی کی جائے اور زندگی کے ہر شعبہ ومرحلہ میں ہر قسم کی نقل وحرکت کی دوران ان بنیادی باتوں کا بھرپور خیال رکھا جائے اور اس چوکھٹے کے علاوہ کسی کی اطاعت نہ کرے یعنی انسان کسی اور کا نہیں بلکہ صرف خدا کا بندہ ہونا چاہئے۔

اسلام کی آفاقیت میں انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس میں کثیر صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ انسان علم و دانش اور حقائق خلقت کے رموز کی تحقیق کے سلسلے میں لامحدود حد تک آگے بڑھ سکتا ہے۔ معنوی مراتب اور روحانی مراحل کی سیر کرتے ہوئے وہ بہت آگے بڑھ سکتا ہے اور اس کی پرواز فرشتوں سے بھی آگے بڑھ سکتی ہے۔ اور وہ طاقت کی بلند ترین چوٹی پر پہنچ سکتا ہے۔ اگر انسان خدا کی عبادت و بندگی میں سرگرم رہے تو یہ منزلیں اس کے لئے بالکل آسان ہوجائیں گی لیکن اگر وہ غیر خدا کی عبادت کرتا ہے تو اس کی قوت پرواز سلب ہوجائے گی۔ زندگی کے ہر شعبہ میں یہاں تک کہ علم و دانش کے میدان میں بھی توحید انسان کو ابتدائی مرحلہ میں ہی نظر آتی ہے اور وہ اس سے آشنا ہوجاتا ہے۔

صدر اسلام میں اگرچہ چاروں طرف جہالت اور شرک کا دور دورہ تھا پھر بھی مسلمان توحید کی طرف مائل ہوا اور اس نے ایسی آزادی اور عظمت و سربلندی حاصل کی کہ علم و دانش کے دروازے اس کے سامنے کھل گئے اور وہ آگے بڑھ گیا اور اس کے پیچھے دنیا کے تمام انسان علم کی وادی میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ آج دنیا اور انسانی معاشرہ میں علم و دانش کا جو جلوہ نظر آرہا ہے وہ درحقیقت اسلام اور ان مسلمانوں کی توحید کا مرہون منت ہے جس نے سب سے پہلے علم کی وادی میں قدم رکھا تھا۔

یہ اسلامی آزادی ہے۔ پس اسلام میں آزادی کی بنیاد انسان کی ذاتی قدر و قیمت اور اس کی شخصیت سے وابستہ ہے کیونکہ وہ کسی غیر خدا کا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوتا ہے۔ اسلام میں آزادی کی اساس انسان کو طرح طرح کی آزادیاں فراہم کرتی ہے۔ اسلامی ثقافت اور تہذیب وتمدن میں آزاد انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی غیر خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرے کیونکہ اس نے پروردگار عالم کی اطاعت پر بھروسہ کررکھا ہے۔ پس جملہ انبیاء بالخصوص اسلام نے پروردگار کی انحصاری عبودیت اور بندگی پر بھروسہ کررکھا ہے۔ قرآن مجید اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو مخاطب کرتے ہوئے اس تجویز کو پیغمبر اسلامؐ کے دور میں اس انداز میں پیش کرتا ہے: ''قُلْ یَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ۔'' یعنی اے اہل کتاب! آؤ! ہم لوگ ایک بات پر باہم متفق ہوجائیں اور وہ بات یہ ہے کہ: ''اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ۔'' یعنی اب ہم میں سے غیر خدا کی عبادت کوئی نہ کرے۔

یہ وہ چیز ہے جو یہودیت، عیسائیت اور تمام ادیان الٰہی میں موجود رہی ہے۔ اسلام حقیقی اور خالق توحید کے علمبردار کی حیثیت سے بعد میں صرف اس پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ ایک جملہ کہتے ہوئے خداوند عالم کی عبودیت اور بندگی کو مزید روشن اور پوری طرح واضح کردیتا ہے۔ ''وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا۔'' یعنی ہم لوگ فقط کسی شخص کو ہی نہیں بلکہ کسی چیز کو بھی خداوند عالم کا شریک نہ بنائیں۔ دوسرے

لفظوں میں اپنے مطالبات اپنی خواہش وہوس، خود پسندی، وخود محوری، ظلم واستبداد، رسومات وروایات اور دور جاہلیت کی عادات وغیرہ غرض کہ کسی اور چیز کو بندگیٔ معبود کا شریک قرار نہ دیں۔ اس کے بعد زندگی کے دوسرے شعبہ میں بات کواور زیادہ واضح انداز میں یوں پیش کرتا ہے: ''وَ لَا یَتَّخِذْ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔'' یعنی ہم لوگوں میں سے کوئی کسی کو اپنا مالک و پروردگار اور ارباب قرار نہ دے بلکہ ہم لوگ صرف اور صرف خداوند عالم کو ہی اپنا مالک وخالق وسرور قرار دیں۔ خداوند عالم کے علاوہ کوئی شخص کسی کو اپنا سرور وسردار تسلیم نہ کرے۔ یہ اسلامی نعرہ ہی نہیں بلکہ عالمی اور آفاقی منشور ہے اور ہم دنیائے بشریت کو جس آزادی کی دعوت دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر آج بھی انسان اس آزادی کی طرف متوجہ اور اس پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائے، اگر فاسد حکومتی نظام بنی نوع انسان کے کندھوں پر سوار نہ رہیں، اگر ظالم اور خود پسند انسان پوری دنیا میں لوگوں کو اپنا غلام نہ بنائیں، اگر دنیا کی بڑی اقتصادی کمپنیاں، بین الاقوامی تجارتی جماعتیں اور ذاتی مفاد ومصالح کی خاطر دنیا کے لاکھوں انسانوں کو مظلومی اور بے سروسامانی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرنے والے افراد اپنی ظالمانہ روش سے باز آجائیں اور اگر دنیا کے لاکھوں مظلوم انسان ظالموں کے بوجھ کو اپنے کندھوں سے اتار پھینکیں تو یقیناً ان کو وہ آزادی حاصل ہوجائے گی جس کی اسلام تمنا کرتا ہے۔ اسلامی آزادی کا مطلب ہے غیر خدا کی غلامی اور بندگی سے مکمل نجات وآزادی اور اسلام جو انسان کو خدا کا بندہ مانتا ہے تمام ادیان ومکاتب فکر پر اسی رجحان کا حامل ہے۔

بعض ادیان میں انسان خدا کا فرزند ہے اور یہ فرزند ہونا محض تکلف کی بنیاد پر ہے۔ انسان خدا کا بیٹا ہے اور دنیا کے ہزاروں دوسرے لوگوں کا غلام بھی ہے۔ آخر خدا کا بیٹا کسی انسان کا غلام کیسے ہوسکتا ہے؟ آخر یہ کیسی فرزندی ہے؟ جب کہ اسلام کہتا ہے کہ انسان فقط خدا کا بندہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم جس کے فرزند بننا چاہو لیکن کسی کی غلامی وبندگی ہرگز تسلیم نہ کرو اور کسی غیر خدا کی اطاعت بالکل نہ کرو۔ درحقیقت اسلامی جہاد کا مقصد بھی یہی رہا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی ۔ جہاد کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اَیَخْرُجَ النَّاسُ مِنْ عِبَادَۃِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَمِنْ طَاعَۃِ الْعِبَادِ اِلٰی طَاعَۃِ اللّٰہِ وَمِنْ وِلَایَۃِ الْعِبَادِ اِلٰی وِلَایَۃِ اللّٰہِ۔

غور وفکر کی ضرورت ہے کہ درحقیقت اسلامی جہاد کا مقصد بندوں کی عبادت وبندگی سے نجات فراہم کرتے ہوئے خداوند عالم کی عبادت واطاعت کی طرف انسان کی ہدایت ورہنمائی کا نام جہاد ہے اور جہاد کا مقصد ملکوں پر فتح حاصل کرنا اور مال غنیمت حاصل کرنا ہرگز نہیں ہے۔ انسان دنیا کے نام نہاد مالکوں سے بے نیازی اختیار کرتے ہوئے مالک حقیقی کی بارگاہ عالیہ میں سر تسلیم خم کردے اسی کا نام

اسلامی جہاد ہے جس کے سایہ میں انسان دنیوی آقاؤں اور اپنی نامناسب وفاسد خواہشات اور غیض وغضب سے دوری وعلاحدگی کے ساتھ خداوندعالم کی سرپرستی میں آجاتا ہے۔

انسان کے لئے اس سے زیادہ عظمت وبزرگی اور فخر وافتخار کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ بندوں کی بندگی کے بجائے بندگی معبود کا شرف حاصل کرلیتا ہے۔ یہی انسان وہ مثالی اور نمونۂ روزگار شخصیت ہے جو اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں آزاد ہوں۔ جو انسان آزاد ہونے کا مدعی ہے درحقیقت اس کی آزادی صرف اس بات میں مضمر ہے کہ اس کے دل ودماغ اور اس کی عقل وسمجھ کے تمام وسائل وامکانات پر تسلط قائم کرنے کے بعد ووٹ ڈالنے کا صندوق اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ چناؤ کے میدان میں موجود امیدواروں کے درمیان میں سے کسی اور ایک امیدوار کے نام کے آگے مہر لگا کر مہر شدہ کاغذ کو صندوق میں ڈال دے بس یہی اس کی آزادی ہے جب کہ ہزاروں قسم کی غلامی کی زنجیروں نے اس کے ہاتھوں اور پیروں کو باندھ رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص قطعی آزاد نہیں ہے۔ آخر ایسا شخص آزادی کا دعویدار کیسے ہوسکتا ہے جب کہ کام کاج، فاسد حکومتی نظام، نفسانی خواہشات، بڑی طاقتوں کے دباؤ اور دنیا کی مختلف اقتصادی تنظیموں کے دباؤ جیسی ہزاروں زنجیروں میں بندھا ہوا ہے۔ دنیا کی جو قومیں غلامی کی متعدد زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہوں وہ یہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ ہم آزاد ہیں؟ ان کے پاس آزادی کی دولت موجود ہے؟ آخر یہ کیسی آزادی ہے؟ یہ وہی چیز ہے جس کو اسلام قبول نہیں کرتا ہے۔

واضح رہے کہ اسلام میں آزادی کی بنیاد درحقیقت غیر خدا کی بندگی واطاعت سے انسان کی نجات وآزادی ہے جب کہ مغربی آزادی کی اساس انسانی خواہشات ومطالبات کی تکمیل ہے۔

پس دوسرا واضح فرق اسلامی آزادی کے مفہوم میں پروردگار عالم کی انحصاری بندگی اور توحید خداوندی میں پوشیدہ ہے اور یہی آزادی کی اساس وبنیاد ہے۔ میں نے عرض کیا کہ انسان کے آزاد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی غیر خدا سے تعلق رکھا ہے چاہے قانون ہو یا آداب وعادات اور چاہے طاقت ہو یا اقتدار وحکومت سب سے علاحدگی اختیار کرتے ہوئے صرف خداوندعالم کے حکم کے سایہ میں زندگی بسر کی جائے اور یہ کام انسان کو عظمت وکرامت کے ساتھ حقیقی آزادی عطا کرتا ہے۔ چونکہ اسلامی آزادی کے اس وسیع معنی ومفہوم کا قائل ہے اسی وجہ سے اس نے آزادی طلب جہاد کو دین کے اساسی اور بنیادی احکام کا جز قرار دیا ہے۔ اور جہاد درحقیقت اس حقیقی آزادی کو حاصل کرنے اور اس کی بھرپور حفاظت کرنے کا وسیلہ ہے۔

۳۔آزادی کی سرحدیں:

اسلام اور مغربی آزادی کے درمیان تیسرا فرق یہ ہیکہ اسلام میں انسان کی آزادی کو محدود کرنے والا صرف سماجی مسائل ومعاملات میں ہی نہیں ہے بلکہ یہ انسان کے انفرادی ذاتی اور خصوصی مسائل میں بھی اس کی آزادی کو محدود کرنے والا قانون کا طرفدار ہے جس کو مندرجہ ذیل عبارت میں واضح کیا جاسکتا ہے۔

مغربی تہذیب وتمدن میں قانونی آزادی کی سرحد معین کرتا ہے اور یہ قانون سماجی مسائل کو مدنظر قرار دیتا ہے۔مثال کے طور پر یہ قانون کہتا ہے کہ کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی آزادی کے ذریعہ دوسروں کی آزادی محدود بنادے۔لیکن اسلام انسان سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سماج کی آزادی اوراپنی وسماجی فلاح وبہبود کے لئے خطرہ نہ پیدا کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ آزادی کا استعمال کرتے ہوئے انفرادی اور سماجی فائدوں کو ہرگز نظرانداز نہ کرے۔

انسان کے لئے بنائے گئے قوانین کا جب تک سماج سے کوئی رابطہ نہ ہو،اس پر کوئی ذمہ داری نہیں عائد کرتا ہے۔ اس کی توجیہ تو کی جاسکتی ہے لیکن اس کی ذمہ داری کا تعین ناممکن ہے۔اسلام اور دیگر تمام ادیان ومذاہب تمام لوگوں کے حقوق اوران کی آزادی کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایک انسان کواپنی آزادی کے بہانہ دوسروں کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ بات صرف دوسروں کی آزادی تک ہی محدود نہیں بلکہ کسی انسان کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ خوداپنے ذاتی مفاد کونقصان پہنچانے والے کام انجام دے یعنی مردآزاد کو خوداپنی آزادی سے اپنی ذات کونقصان پہنچانے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں اپنی ذات کو نقصان پہنچانا اور خودکشی اختیار کرنے کوممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی آزادی کے سایہ میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں آزاد ہوں لہٰذا اپنی ملکیت کونقصان پہنچارہاہوں یا اپنی سلامتی کونقصان پہنچارہاہوں یا اپنی جان کونیست ونابود کررہاہوں۔جس طرح اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے افعال واعمال اور اقوال وکردار سے دوسروں کے حقوق اور ان کی آزادی کو محدود نہ کرے یا کوئی نقصان نہ پہنچائے بالکل اسی طرح اس پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی آزادی اورانفرادی حقوق کوبھی خطرہ میں نہ ڈالے۔

اسلامی اور دیگر مکاتب فکر کے سایہ میں پروان چڑھنے والی آزادی کے درمیان یہ ایک بنیادی سرحد ہے اور اسی وجہ سے اسلام میں ظلم کوتحمل کرنا بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی طاقت کے بوجھ کے نیچے دبارہ جائے۔ واضح رہے

کہ طاقت کے بوجھ کے نیچے پڑے رہنا چاہے وہ کسی ایک شخص سے ہی متعلق کیوں نہ ہو، حرام ہے۔ اسلام میں واجبات پر عمل نہ کرنا اور منزل کمال کی طرف پیش قدم نہ ہونا بھی حرام ہے۔ اسلام میں خود اپنی صلاحیتوں کا استعمال نہ کرنا، جب کہ اس کا تعلق سماج سے نہیں بلکہ خود اس کی ذات سے ہوتا ہے، ممنوع اور حرام ہے پس ایک شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے ذاتی اختیار کے ذریعہ اپنی آزادی کو سلب کرنا چاہتا ہوں یا اپنے آپ کو دوسرے کی تحویل میں دے دینا چاہتا ہوں یا فلاں دباؤ یا طاقت کے استعمال کو تحمل کرنا چاہتا ہوں اور اپنی مرضی سے منزل کمال کی طرف قدم نہیں بڑھانا چاہتا ہوں البتہ ایک نہایت اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس کی آزادی کی یہ ممنوعیت خود اس کی ذات کو نقصان پہنچاتی ہے لہٰذا یہ ایک ذاتی فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے یعنی حکومت یا قانون کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس شخص کو اس بات کے لئے مجبور کر سکے کہ وہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائے۔ چونکہ یہ اس کی ذات سے متعلق ہے اور سماج کا اس سے سروکار نہیں ہے لہٰذا اس سلسلے میں اس سے کسی قسم کی باز پرس کرے۔ پس اسلام ایسے معاملات میں جس میں نقصان پہنچانے کا تعلق خود اس کی ذات سے ہوا کرتا ہے، کسی قسم کے تجسس اور تجزیہ اور تعاقب وافشا گری کو ممنوع قرار دیتا ہے۔

لیکن ایک فریضہ ہونے کی وجہ سے خود خداوند عالم اس شخص کو سزا دے گا اور وہ شخص بارگاہ عالیۂ خداوندی میں یقینا جوابدہ ہوگا کیونکہ اپنی اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنا واجب ہے۔ قرآن انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً۔'' یعنی خود اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان کی حفاظت کرو اور انھیں الٰہی غیض وغضب کی آگ میں ہرگز نہ جلنے دو اور عذاب خداوندی میں بالکل مبتلا نہ ہونے دو۔ دوسری آیہ کریمہ میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ۔'' یعنی اے ایمان والو! اپنی اور اپنے عیال کی جان کی حفاظت کرو، جن کو محفوظ رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اور انھیں جہنم میں الٰہی غیض وغضب کی آگ میں جلنے اور عذاب الٰہی میں مبتلا نہ ہونے دو۔ اسی طرح دوسری آیۂ کریمہ میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ۔'' یعنی اے ایمان والو! اپنے نفوس کی حفاظت خود تمہاری ذمہ داری ہے۔

لیکن جہاں تک معاشرہ کو نقصان پہنچانے کا تعلق ہے عدالتی اور قانونی اداروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان معاملات پر کڑی نظر رکھیں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو لازمی سزا بھی دیں۔

(جاری)